'عاشق و معشوق' الفاظ کا مقدس استعمال

مفتی منیب الرحمٰن ○

یہ سوال کہ ''کیا اللہ تعالیٰ کے لیے 'عاشق' یا 'معشوق' یا 'مشوق' کے کلمات استعمال کرنا جائز ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہارِ محبت کے لیے عشقِ رسول کا لفظ استعمال کرنا یا یہ کہنا کہ ''فلاں عاشقِ رسول ہے یا میں عاشقِ رسول ہوں''، شرعاً جائز ہے، نیز کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوق کہنا جائز ہے؟ ہم عشق حقیقی اور عشق مجازی کے الفاظ سنتے رہے ہیں، کیا ان میں کوئی معنوی فرق ہے، نیز نعت یا سلام میں یہ شعر پڑھنا کیسا ہے: ''امتی کیا، خود خدا شیدا ہے تمھارا؟''

سب سے پہلے عشق کے معنی بیان کیے جاتے ہیں، اَلْمُعْجَمُ الْوَسِیْط کے مطابق: 'عشق' کے لغوی معنٰی ہیں: ''بہت شدت سے محبت کرنا، کسی شئے کے ساتھ دل کا وابستہ ہوجانا، چمٹ جانا''۔ مِصْبَاحُ الْمُنِیْر میں ہے: ''محبت میں اِفراط (یعنی حد سے تجاوز یا انتہائی درجے کی محبت) کو 'عشق' کہتے ہیں، اَلْمُنْجِد میں ہے: ''بہت زیادہ محبت کرنا، محبت میں حد سے بڑھ جانا، عَشِقَ بِالشَّیءِ: چمٹنا، العِشْقُ: محبت کی زیادتی، اس کا اطلاق پارسائی اور غیر پارسائی دونوں اعتبار سے ہوتا ہے''۔

ہندی میں 'عشق پیچاں' ایک بیل کو کہتے ہیں، اردو زبان میں اسے 'آکاس بیل' کہتے ہیں، یہ درخت سے لپٹ جاتی ہے اور اس کو برگ و باریعنی شاخوں، پتوں اور پھولوں سے محروم کردیتی ہے، پھر وہ زرد ہوجاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد خشک ہوجاتا ہے۔

پس جب 'عشق' قلبِ عاشق پہ چھا جاتا ہے تو اس کو زردرُو اور لاغر بدن بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے عاشق، معشوق اور مشوق کے کلمات استعمال کرنا شریعت کی رُو سے

○ صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

درست نہیں۔ شَاقَ یَشُوْقُ شَوْقًا کے معنی ہیں: ''شوق دلانا''، اس کی صفتِ مفعولی مشوق ہے۔ شَوق کے معنی ہیں: ''سخت خواہش، بڑی آرزو'۔ بعض فقہا و علما نے اسے 'بدعت' کہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے کلمات استعمال کرنے والے کو بدعتی قرار دیا گیا ہے، البتہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، بعض علماء نے کہا ہے: 'ایسے شخص کو سزا دی جائے گی'۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک یہ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صریح اہانت کا کلمہ تو درکنار، ایسا ذو معنی کلمہ بھی استعمال کرنا جائز نہیں، جس کا ایک معنی تعظیم کا ہو اور بولنے والے کی نیت بھی تعظیم کی ہو، لیکن اس کے ایک دور کے معنی اہانت کے بھی نکل سکتے ہوں، کیونکہ کوئی بدنیت اور بدعقیدہ شخص ایسے کلمات بول کر اہانت کا معانی مراد لے سکتا ہے''۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مجلس منعقد ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مبارکہ کا سلسلہ جاری ہوتا اور کوئی بات کسی صحابی کی سمجھ میں نہ آتی، تو وہ عرض کرتے: رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہ''، ''یعنی اے اللہ کے رسولؐ! ہماری رعایت فرمایئے، ہماری طرف توجہ فرمایئے، اپنی بات مکرر ارشاد فرمایئے''۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کی نیت درست ہوتی تھی، لیکن بعض منافقین اور یہود بدنیتی سے اس لفظ کو اِمالہ (Tilt) کرکے رَاعِیْنَا کہتے اور باہر آکر اپنی مجلسوں میں اس کا مذاق لیتے کہ ہم نے انھیں بنا دیا، کیونکہ رَاعِیْنَا کے معنی ہیں: 'ہمارا چرواہا' اور بعض اسے 'رُعُن' سے لیتے اور رعونت کے معنی ہیں: ''بے وقوف ہونا''۔

اللہ تعالیٰ نے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذو معنی لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا اور تنبیہ فرمائی کہ پہلی مرتبہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غور سے سن لیا کرو، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ زحمت دینے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا (البقرہ ۲:۱۰۴) ''اے ایمان والو! راعِنَا ''نہ کہا کرو، بلکہ انْظُرْنَا (ہماری طرف توجہ فرمایئے!) کہا کرو اور (بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی) توجہ سے سن لیا کرو'۔

ذو معنی لفظ کو ہم انگریزی میں *Ambigous* سے تعبیر کرسکتے ہیں، لغت میں اس کے معنی ہیں: ''ایسا لفظ جس کے ممکنہ طور پر ایک سے زائد معانی ہوں، اس سے بعض صورتوں میں ابہام بھی پیدا ہوتا ہے''۔

نیز فرمایا: مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ (النسآء ۴:۴۶) ''یہودیوں میں سے کچھ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نافرمانی کی (اور آپ سے کہتے ہیں:) سنیے آپ نہ سنائے گئے ہوں اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعن کرتے ہوئے 'رَاعِنَا' کہتے ہیں اور اگر وہ کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور آپ ہماری بات سنیں اور ہم پر نظرِ کرم فرمائیں تو یہ اُن کے لیے بہتر اور درست ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اُن پر لعنت فرمائی ہے، سو ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائیں گے''۔

قرآن کریم اور اَحادیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے لیے 'حُبّ' کا کلمہ آیا ہے، اُس کی انتہا کو 'اَشَدّ' سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرہ ۲:۱۶۵)، ''بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں اور اُن سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں''۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''بعض اولیائے کرام اور بعض متقدمین نے اللہ تعالیٰ سے اظہارِ محبت کے لیے لفظ معشوق اور مَشُوق استعمال کیا ہے، مگر اہل علم نے دو وجہ سے اسے ناپسند کیا ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ توقیفی ہیں (یعنی نقل و سماع پر موقوف ہیں، عقل پر موقوف نہیں ہیں) اور دوم یہ کہ اس کا اطلاق جسمانی لذتوں میں (زیادہ) متعارف ہے، (تفسیر امام راغب اصفہانی، ج۱، ص ۴۹)''۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: ''اہل علم نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ کلمہ (عاشق یا معشوق) اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے بولا جاسکتا ہے، صوفیا کی ایک جماعت نے کہا ہے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور انھوں نے اس بابت اثر نقل کیا ہے، لیکن ایسا اثر کہیں ثابت نہیں ہے اور اُسی میں ہے: عشق کرنے والا کہے گا: ''اس نے مجھ سے عشق کیا یا میں نے اس سے عشق کیا'' اور جمہور علماء نے کہا: یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں نہیں بولا جائے گا، پس یہ نہیں کہا جائے گا: ''وہ (فلاں) سے عشق فرماتا ہے'' اور یہ بھی نہیں کہا جائے گا:

’’اُس کے بندے نے اُس سے عشق کیا‘‘، محدثین کی اصطلاح میں ’’اثر‘‘ قولِ صحابی کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سے محبت کے حوالے سے البقرہ: ۱۶۵، ۱۹۵، ۲۲۲، آل عمران: ۳۱، ۷۶، ۱۳۴، ۱۴۶، ۱۵۹، توبہ: ۲۴ اور دیگر مقامات پر أَحَبَّ، یُحِبُّ، یُحِبُّونَ، حُبًّا کے الفاظ آئے ہیں، نیز حدیثِ پاک میں ہے: ’’جو میری رضا کے لیے آپس میں محبت کریں، باہم مل بیٹھیں، ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور ایک دوسرے پر مال خرچ کریں، ان کی محبت میرے ذمۂ کرم پر ہے، (مسند احمد: ۲۲۰۳۰)‘‘، بندوں پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہیں، بندہ اُن کا حق ادا نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸﴾ (النحل۱۶:۱۸) ’’اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو تم اُن کا شمار نہ کر پاؤ گے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے‘‘۔ حدیث پاک میں ہے: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کرسکتا، تیری کمالِ ثنا وہی ہے جو تو نے خود اپنی ذات کی فرمائی، (صحیح مسلم:۴۸۶)‘‘۔

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی لکھتے ہیں: ’’اگر اس نے کہا: میں ایسے مقام پر پہنچ گیا کہ میں غمِ جان سے آزاد ہوگیا‘‘، یہ کہنے سے اس کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی، لیکن وہ مُبْتَدِع ہے (اور) فریب نفس میں مبتلا ہے، اسی طرح اگر کہا: ’’میں اللہ کا عاشق ہوں یا وہ مجھ سے عشق فرماتا ہے‘‘ تو مبتدع ہے۔ علامہ سلیمان بن منصور شافعی لکھتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ کی ذات کو عاشق اور معشوق کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ ایسا کہنے والے کو سزا دی جائے گی [یعنی یہ ذات باری تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے]، (حَاشِيَةُ الْجُمَلُ عَلٰى شَرحِ الْمَنْهَجِ، جلد ۲، ص ۱۹۴)‘‘۔

امام احمد رضا قادری سے سوال ہوا: ’’اللہ تعالیٰ کو عاشق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟‘‘، آپ نے جواب میں لکھا: ’’ناجائز ہے، کیونکہ عشق کا معنی اللہ عزوجل کے حق میں مُحالِ قطعی ہے اور ایسا لفظ بے ورُودِ ثبوتِ شرعی حضرتِ عزّت کی شان میں بولنا ممنوعِ قطعی ہے، ردالمحتار میں ہے: ’’اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے کسی لفظ سے صرف مُحال معنی کا وہم بھی ممانعت کے لیے کافی ہے‘‘۔

علامہ یوسف اردبیلی شافعی اَلْاَنْوَار لِاِعْمَالِ الْاَبْرَار میں شافعی اور حنفی علماء سے نقل

فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص کہے: میں اللہ تعالیٰ سے عشق رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے''، تو وہ بدعتی ہے، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ یوں کہے: ''میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت فرماتا ہے۔ جس طرح قرآنِ کریم میں ہے: ''اللہ تعالیٰ اُن سے محبت فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے، (المائدہ۵: ۵۴)''، اسی طرح امام ابن حجر مکی نے 'اِعلام' میں نقل فرما کر اسے مقرّر رکھا، (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۱۴ تا ۱۱۶)۔

مفتی محمد شریف الحق امجدی سے سوال ہوا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دل بر، دل رُبا اور معشوق کہہ سکتے ہیں''، آپ نے جواب میں لکھا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان تینوں الفاظ: دل بر، دل رُبا اور معشوق میں سے کسی کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دل بر یا دل رُبا یا معشوق ہیں، اس لیے کہ دل بر، دل رُبا کہنے میں باری تعالیٰ کے لیے ایہامِ تجسّم (جسمانیت کا وہم پیدا ہوتا) ہے اور معشوق کہنے میں اثباتِ نقص، کیونکہ عشق کا حقیقی معنی محبت کی وہ منزل ہے جس میں جنون پیدا ہو جائے، (فتاویٰ شارح بخاری، جلد ۱، ص ۲۸۱)''۔

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاشق و معشوق کے الفاظ اور اللہ تعالیٰ کی نسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے 'معشوق'، 'دلبر' اور 'دل رُبا' کے الفاظ استعمال کرنا ذاتِ باری تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے اور علمائے کرام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین کے لیے 'عاشق' کا لفظ بکثرت استعمال ہو رہا ہے، اس کی جمع عُشّاق ہے اور ع کے فتحہ کے ساتھ عَشّاق کے معنیٰ ہیں: ''بہت زیادہ عشق کرنے والا''، یعنی یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے 'معشوق' کا لفظ کبھی نہیں سنا اور یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان معلوم نہیں ہوتا، اس سے اجتناب بہتر ہے، حالانکہ معنوی اعتبار سے اس میں خرابی نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ کلمہ مُبتذل ہے، سفلی جذبات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس لیے ہماری رائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معشوق کا کلمہ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حبیب اور محبوب کے کلمات استعمال کیے جائیں، ان میں حرمت ہے، وقار ہے، تقدیس ہے اور قرآن وحدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، بلکہ اسے ایمان کا تقاضا قرار دیا گیا ہے کہ

مومن کی نظر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذواتِ مقدسہ صرف محبوب نہیں، بلکہ اَحَبّ (محبوب ترین) ہونی چاہییں۔

احادیث مبارکہ میں ہے:

(۱) ''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مجھے اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ محبوب (اَحَبّ) نہ جانے، (صحیح البخاری: ۱۵)''۔

(۲) ''عبداللہ بن ہشام بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، دراں حالیکہ وہ عمرؓ بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، تم اُس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہوسکتے جب تک کہ میں تمھارے لیے تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں، اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! بخدا! اب آپ میرے لیے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! اب تم نے کمالِ ایمان کو پالیا، (بخاری: ۶۶۳۲)''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے لیے لفظِ ''شیدا'' کے اطلاق کے بارے میں مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں: ''(اللہ تعالیٰ) کو شیدائے محمد کہنا بھی جائز نہیں کہ اس میں معنیٔ سوء کا احتمال ہے، کیونکہ شیدا کے معنی ہیں: ''آشفتہ، فریفتہ، مجنون، عشق میں ڈوبا ہوا، عاشق''، اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے مُنَزَّہ (پاک) ہے، (فتاویٰ شارح بخاری، ج۱، ص۱۴۱)''۔